رمضان المبارک کے
اہم فرائض، وظائف
اردو شان

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال و وظائف

1۔ روزہ: ان میں سب سے اہم عمل، روزہ رکھنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ عمل (چونکہ) خالص میرے لئے ہے اس لئے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (کیونکہ) روزے دار صرف میری خاطر اپنی جنسی خواہش، کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوگی۔''

ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علی وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (اخلاص سے) رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''

یہ فضیلت اور اجر عظیم صرف کھانا پینا چھوڑ دینے سے حاصل نہیں ہوجائے گا بلکہ اس کا مستحق صرف وہ روزے دار ہوگا جو صحیح معنوں میں روزوں کے تقاضے بھی پورے کرے گا۔ جیسے جھوٹ سے، غیبت سے، بدگوئی اور گالی گلوچ سے، دھوکہ فریب دینے سے اور اس قسم کی تمام بے ہودگیوں اور بدعملیوں سے بھی اجتناب کرے گا۔ اس لئے کہ فرمان نبویؐ ہے:

جس نے (روزہ رکھ کر) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔''

اور فرمایا: ''روزہ ایک ڈھال ہے جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو وہ دل لگی کی باتیں کرے نہ شور و شغب، اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو (اس کو) کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔

یعنی جس طرح ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ اسی طرح جو روزے دار روزے کی ڈھال سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں سے بچے گا تو اس کے لئے ہی یہ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لئے ڈھال ثابت ہوگا۔ اس لئے جب ایک مسلمان روزہ رکھے تو اس کے کانوں کا بھی روزہ ہو اس کی آنکھ کا بھی روزہ ہو اس کی زبان کا بھی روزہ ہو اور اسی طرح اس کے دیگر اعضاء و جوارح کا بھی روزہ ہو یعنی اس کا کوئی بھی عضو اور جز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ ہو اور اس کی روزے کی حالت اور غیر روزے کی حالت ایک جیسی نہ ہو بلکہ ان دونوں حالتوں اور دنوں میں فرق و امتیاز واضح اور نمایاں ہو۔

2۔ قیام اللیل: دوسرا عمل' قیام اللیل ہے یعنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز و نیاز کا اظہار کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن (رحمٰن کے بندوں) کی جو صفات بیان فرمائی ہیں' ان میں ایک یہ ہے۔

''ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام و سجود میں گزرتی ہیں۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا ایمان کی حالت میں' ثواب کی نیت (اخلاص) سے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

راتوں کا قیام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مستقل معمول تھا' صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ بھی اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور ہر دور کے اہل علم و صلاح اور اصحاب زہد و تقویٰ کا یہ امتیاز رہا ہے خصوصاً رمضان المبارک میں اس کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ رات کا یہ تیسرا آخری پہر اس لئے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ہر روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا اور اہل دنیا سے خطاب کر کے کہتا ہے:

''کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اسے بخش دوں؟''

3۔ صدقہ و خیرات: تیسرا عمل صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپؐ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی۔ اس مہینے میں (قرآن کا دور کرنے کے لئے) آپؐ سے جب جبریلؑ ملتے تو آپؐ کی سخاوت اتنی زیادہ اور اس طرح عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام دنوں کے مقابلے میں صدقہ و خیرات کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

صدقہ و خیرات کا مطلب ہے اللہ کی رضا جوئی کے لئے فقراء و مساکین' یتامیٰ و بیوگان اور معاشرے کے معذور اور بے سہارا افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا اور ان کی خبر گیری کرنا۔ بے لباسوں کو لباس پہنانا' بھوکوں کو غلہ فراہم کرنا' بیماروں کا علاج معالجہ کرنا' یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرنا' معذوروں کا سہارا بننا' مقروضوں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلا دینا اور اس طرح کے دیگر افراد کے ساتھ تعاون و ہمدردی کرنا۔

سلف صالحین میں اہتمام طعام کا ذوق و جذبہ بڑا عام تھا اور یہ سلسلہ بھوکوں اور تنگ دستوں ہی کو کھلانے تک محدود نہ تھا بلکہ دوست احباب اور نیک لوگوں کی دعوت کرنے کا بھی شوق فراواں تھا۔ اس

لئے کہ اس سے آپس میں پیار ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے اور نیک لوگوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں جن سے گھروں میں خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے۔

4۔ روزے کھلوانا: ایک عمل روزے کھلوانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔"

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا یا کسی مجاہد کو سامان حرب دے کر تیار کیا تو اس کیلئے بھی اس کی مثل اجر ہے۔"

5: کثرت تلاوت: قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا' اس لئے قرآن کریم کا نہایت گہرا تعلق رمضان المبارک سے ہے یہی وجہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل امینؑ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے اور صحابہ وتابعین بھی اس ماہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی دس دن میں کوئی سات دن میں اور کوئی تین دن میں قرآن ختم کرلیا کرتا تھا۔ اور بعض کی بابت آتا ہے کہ وہ اس سے بھی کم مدت میں قرآن ختم کرلیتے تھے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنے کی جو ممانعت ہے اس کا تعلق عام حالات و ایام سے ہے۔ فضیلت والے اوقات اور فضیلت والے مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی ان اوقات اور مقامات میں تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا جائز ہے جیسے رمضان المبارک کے شب و روز' بالخصوص شب قدر ہے۔ یا جیسے مکہ ہے جہاں حج یا عمرے کی نیت سے کوئی گیا ہو۔ ان اوقات اور جگہوں میں چونکہ انسان ذکر وعبادت کا کثرت سے اہتمام کرتا ہے اس لئے کثرت تلاوت بھی مستحب ہے تاہم حدیث کے مفہوم کو ملحوظ رکھنا اور کسی بھی وقت یا جگہ کو اس سے مستثنیٰ نہ کرنا' زیادہ صحیح ہے۔ توجہ اور اہتمام سے روزانہ دس پاروں کی تلاوت بھی کافی ہے۔ باقی اوقات میں انسان دوسری عبادات کا اہتمام کرسکتا ہے یا قرآن کریم کے مطالب و معانی کے سمجھنے میں صرف کرسکتا ہے کیونکہ جس طرح تلاوت مستحب ومطلوب ہے اسی طرح قرآن میں تدبر کرنا اور اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا بھی پسندیدہ اور امر موکدہ ہے۔

6: تلاوت قرآن میں خوف وبکا کی مطلوبیت: قرآن کریم کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس کو پڑھتے اور سنتے وقت انسان پر خوف اور رقت کی کیفیت بھی طاری ہونی چاہئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب پڑھنے اور سننے والے مطالب ومعانی سے بھی واقف ہوں اسی لئے قرآن کو شعروں کی سی تیزی اور روانی سے پڑھنے کی ممانعت ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کو محض تاریخ وقصص کی کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ اسے کتاب ہدایت سمجھ کر پڑھا جائے' آیات وعدہ وعید اور انداز وتبشیر پر غور کیا جائے جہاں اللہ کی

رحمت و مغفرت اور اس کی بشارتوں اور نعمتوں کا بیان ہے وہاں اللہ سے ان کا سوال کیا جائے اور جہاں اس کے انذار و تخویف اور عذاب و وعید کا تذکرہ ہو وہاں ان سے پناہ مانگی جائے ہمارے اسلاف اس طرح غور و تدبر سے قرآن پڑھتے تو ان پر بعض دفعہ ایسی کیفیت اور رقت طاری ہوتی کہ بار بار وہ ان آیتوں کی تلاوت کرتے اور خوب بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے۔

سننے والے بھی غور و تدبر سے سنیں تو ان پر بھی یہی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا:

"مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت ابن مسعودؓ نے عرض کیا:

"میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپؐ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔؟"

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں۔"

چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کردی۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

"اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ حاضر کریں گے اور (اے محمدؐ) ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔" (النساء 4;41)

تو آپ نے فرمایا بس کرو۔"

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث 4582)

نبیؐ اس طرح غور و تدبر سے قرآن پڑھتے اور اس سے اثر پذیر ہوتے کہ جن سورتوں میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بڑھاپے سے پہلے ہی بوڑھا کردیا ہے۔"

دوسری روایت میں ہے:

"مجے سورہ ہود (اور اس جیسی دوسری سورتوں) سورہ واقعہ، مرسلات اور عم یتساء لون نے بوڑھا کردیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنا اور رونا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: سات آدمیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، ان میں ایک وہ شخص ہوگا جس کی آنکھوں سے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عظمت و ہیبت کے تصور سے آنسو جاری

ہو جائیں۔

ایک واقعہ نبیؐ نے بیان فرمایا کہ پچھلی امتوں میں ایک شخص تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو مال و دولت سے نوازا تھا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ میں نے اسکا حق ادا نہیں کیا اور بہت گناہ کیے ہیں چنانچہ موت کے وقت اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ میری لاش جلا کر اس کی راکھ تیز ہوا میں اُڑا دینا (بعض روایات میں ہے کہ سمندر میں پھینک دینا) چنانچہ اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اس کے اجزاء کو جمع کیا اور اس سے پوچھا:

''تو نے ایسا کیوں کیا؟'' اس نے کہا صرف تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ (صحیح البخاری' حدیث 6481)

بہرحال اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے اور اس کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت غور وتدبر سے کی جائے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھا جائے اور اللہ کی عظمت و جلالت کو قلب و ذہن میں مستحضر کیا جائے۔

7۔ اعتکاف: رمضان کی ایک خصوصی عبادت اعتکاف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ رمضان کے آخری دس دن' رات دن مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے اور دنیوی معمولات اور تعلقات ختم فرما دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو آپ ﷺ نے شوال کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا۔ (صحیح البخاری' حدیث 2041)

اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپؐ نے رمضان میں دس دن کے بجائے 20 دن اعتکاف فرمایا۔ (صحیح البخاری' حدیث 2044)

اعتکاف کے معنی ہیں جھک کر یک سوئی سے بیٹھ رہنا' اس عبادت میں انسان صحیح معنوں میں سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں یکسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے اس کی ساری توجہ اس امر پر مرکوز رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے چنانچہ وہ اس گوشہ خلوت میں بیٹھ کر توبہ و استغفار کرتا ہے نوافل پڑھتا ہے' ذکر و تلاوت کرتا ہے دعا و التجا کرتا ہے اور یہ سارے ہی کام عبادات ہیں۔ اس اعتبار سے اعتکاف گویا مجموعہ عبادات ہے۔

اعتکاف کے ضروری مسائل: اس موقع پر اعتکاف کے ضروری مسائل بھی سمجھ لینے مناسب ہیں۔

1۔ اس کا آغاز 20 رمضان المبارک کی شام سے ہوتا ہے۔ اعتکاف کرنے والا مغرب سے پہلے مسجد میں آجائے اور صبح فجر کی نماز پڑھ کر معتکف جائے اعتکاف میں داخل ہو۔

2۔ اس میں بلا ضرورت مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

3۔ بیمار کی مزاج پرسی' جنازے میں شرکت اور اس قسم کے دیگر رفاہی اور معاشرتی امور میں حصہ

لینے کی اجازت نہیں ہے۔

4۔البتہ بیوی آ کر مل سکتی ہے' خاوند کے بالوں میں کنگھی وغیرہ کرسکتی ہے' خاوند بھی اسے چھوڑنے کے لئے (اگر گھر قریب ہوتو) گھر تک جاسکتا ہے' اسی طرح اگر کوئی انتظام نہ ہو اور گھر بھی قریب ہوتو اپنی ضروریات زندگی لینے کے لئے گھر جاسکتا ہے۔

غسل کرنے اور چارپائی استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

6۔اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے یعنی جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔

7۔عورتیں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں لیکن ان کے لئے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ مساجد ہی ہیں۔ نہ کہ گھر۔ جیسا کہ بعض مذہبی حلقوں میں گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا سلسلہ ہے۔ نبیؐ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف بیٹھتی رہی ہیں اور ان کے خیمے مسجد نبوی ہی میں لگتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں وضاحت موجود ہے اور قرآن کریم کی آیت (البقرہ 2: 187) سے بھی واضح ہے۔

اس لئے عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا رواج بے اصل اور قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے تاہم چونکہ یہ نفلی عبادت ہے بنابریں جب تک کسی مسجد میں عورتوں کے لئے الگ مستقل جگہ نہ ہو' جہاں مردوں کی آمدورفت کا سلسلہ بالکل نہ ہو' اس وقت تک عورتوں کو مسجدوں میں اعتکاف نہیں بیٹھنا چاہئے۔

ایک فقہی اصول ہے:

''یعنی خرابیوں سے بچنا اور ان کے امکانات کو ٹالنا بہ نسبت مصالح حاصل کرنے کے' زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے جب تک کسی مسجد میں عورت کی عزت وآبرو محفوظ نہ ہو' وہاں اس کے لئے اعتکاف بیٹھنا مناسب نہیں۔

8۔لیلتہ القدر کی فضیلت کا حصول: لیلتہ القدر' جس کی یہ فضیلت ہے کہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے' یہ بھی رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے اور اسے مخفی رکھنے میں بھی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مومن اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے پانچوں راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرے نبیؐ نے اس کی فضیلت میں بیان فرمایا ہے:

''جس نے شب قدر میں قیام کیا' (یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

اسی طرح نبی کریمؐ نے اسے تلاش کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ فرمایا:

''مجھے لیلتہ القدر دکھائی گئی تھی لیکن (اب) اسے بھول گیا (یا مجھے بھلا دیا گیا) پس تم اسے رمضان کے آخری دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

یعنی ان طاق راتوں میں خوب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' تاکہ تم لیلتہ القدر کی فضیلت پاسکو۔

9۔ آخری عشرے میں نبی اکرمؐ کا معمول: یہ بات واضح ہے کہ رمضان کے آخری عشرے ہی میں اعتکاف کیا جاتا ہے اور اسی عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات، لیلۃ القدر بھی ہے، جس کی تلاش وجستجو میں ان راتوں کو قیام کرنے اور ذکر وعبادت میں رات گزارنے کی تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ اس عشرہ اخیر میں عبادت کے لئے خود بھی کمر کس لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کا بیشتر حصہ جاگ کر گزارتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت میں) خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔''

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری عشرے میں جتنی محنت کرتے تھے اور دنوں میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1175)

اس محنت اور کوشش سے مراد، ذکر وعبادت کی محنت اور کوشش ہے۔ اس لئے ہمیں بھی ان آخری دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ذکر وعبادت اور توبہ و استغفار کا خوب خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

لیلۃ القدر کی خصوصی دعا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں کیا پڑھوں۔ آپؐ نے فرمایا:

یہ دعا پڑھو: اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عني

''اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، معاف کرنا تجھے پسند ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے۔'' (جامع الترمذی، حدیث: 3513)

11۔ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا: رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ نبی کریمؐ نے ایک عورت سے فرمایا:

(صحیح البخاری، حدیث 1782 و صحیح مسلم، حدیث: 1256) اور بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

(صحیح البخاری، حدیث: 1863)

اس مقام پر اس عورت کا نام بھی ام سنان انصاریہ بیان کیا گیا ہے۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: جب رمضان آئے تو اس میں عمرہ کرنا، اس لئے کہ رمضان میں عمرہ کرنا، حج کے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

12۔ نماز اشراق کی فضیلت: نبیؐ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ آپؐ اکثر فجر کی نماز پڑھ کر اپنے مصلے

پر تشریف رکھتے یہاں تک کہ سورج خوب چڑھ آتا۔ (صحیح مسلم، حدیث:670)

ایک اور حدیث میں نبی اکرمؐ نے فرمایا:

(جامع الترمذی، حدیث:586 وحسنہ الالبانی فی تعلیق المشکوٰۃ):

''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر (مسجد میں) بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کو ایک حج اور عمرے کی مثل اجر ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پورے حج وعمرے کا، پورے حج وعمرے کا، پورے حج وعمرے کا۔''

یہ فضیلت عام ہے، رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں مذکورہ دو رکعتوں کی یہ فضیلت ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ اسے اعمال رمضان میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عام دنوں میں تو ہر مسلمان کے لئے اس فضیلت کا حاصل کرنا مشکل ہے تاہم رمضان میں جبکہ نیکی کرنے کا جذبہ زیادہ قوی اور ثواب کمانے کا شوق فراواں ہوتا ہے۔ اس لئے رمضان میں تو یہ فضیلت حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے۔

13۔ کثرت دعا: قرآن مجید میں اللہ نے رمضان المبارک کے احکام ومسائل کے درمیان دعا کی ترغیب بیان فرمائی ہے:

''جب میرے بندے آپ سے میری بابت پوچھیں تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ کو پکارے، لوگوں کو چاہئے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔'' (البقرہ 2:186)

اس سے علماء اور مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اس انداز بیان سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام کیا جائے کیونکہ روزہ ایک تو اخلاص عمل کا بہترین نمونہ ہے۔ دوسرے، روزے کی حالت میں انسان نیکیاں بھی زیادہ سے زیادہ کرتا ہے، راتوں کو اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا اور توبہ واستغفار بھی کرتا ہے اور یہ سارے عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔ اس لئے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی خوب کی جائیں خصوصاً افطاری کے وقت اور رات کے آخری پہر میں، جب اللہ تعالیٰ خود آسمان دنیا پر نزول فرما کر لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ تاہم قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے کہ دعا کے آداب وشرائط کا بھی اہتمام کیا جائے۔ جیسے:

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی اکرمؐ پر درود کا اہتمام۔

حضور قلب اور خشوع کا اظہار۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ویقین۔

تسلسل و تکرار سے دعا کرنا اور جلد بازی سے گریز۔
صرف حلال کمائی پر قناعت اور حرام کمائی سے اجتناب وغیرہ۔
اس سلسلے میں چند ارشادات ملاحظہ ہوں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
(جامع الترمذی' حدیث:3479)
''اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں یہ یقین ہو کہ وہ ضرور دعا قبول فرمائے گا اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل' بے پروا دل سے نکلی ہوئی دعا قبول نہیں فرماتا۔''
ایک اور حدیث میں فرمایا: (صحیح البخاری' حدیث:6339)
''جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح دعا نہ کرے: ''اے اللہ اگر تُو چاہے تو مجھے معاف کردے' اگر تُو چاہے تو رحم فرما'' بلکہ پورے یقین' اذعان اور الحاح و اصرار سے دعا کرے۔ اس لئے کہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔''
ایک حدیث میں فرمایا: (صحیح البخاری' حدیث:6340 و صحیح مسلم' حدیث: 2735 واللفظ لمسلم)
''بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے' جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو اور جلد بازی بھی نہ کی جائے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ جلد بازی کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ کہتا ہے' میں نے دعا کی اور بار بار دعا کی لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی چنانچہ اس کے نتیجے میں وہ سست اور مایوس ہو جاتا اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔
نبی کریمؐ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے' پراگندہ حال' گرد و غبار میں اٹا ہوا اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا اور کہتا ہے:
(صحیح مسلم' حدیث:1015)
اے رب! (کرتے ہوئے دعا کرتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے' اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا لباس بھی حرام کا ہے' حرام کی غذا ہی اس کی خوراک ہے تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟''
مذکورہ احادیث سے ان آداب و شرائط کی وضاحت ہو جاتی ہے جو اس عنوان کے آغاز میں بیان کئے گئے ہیں ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کی جائے تو یقیناً وہ دعا قبول ہوتی ہے یا اس کے عوض کچھ اور فوائد انسان کو حاصل ہو جاتے ہیں' جیسے ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا:
(مسند احمد:3\18)
''جو مسلمان بھی کوئی دعا کرتا ہے' بشرطیکہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دعا کی وجہ سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے یا تو فی الفور اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لئے ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل اس کو پہنچنے والی برائی کو دور کر دیتا ہے

یہ سن کر صحابہ نے کہا: تب تو ہم خوب دعائیں کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے پاس بھی بہت خزانے ہیں۔"

14۔ ایک دوسرے کے حق میں غائبانہ دعا کی فضیلت: انسان کو صرف اپنے ہی لئے دعا نہیں کرنی چاہئے بلکہ اپنے دوست احباب اور عزیز و اقارب کے حق میں پر خلوص دعائیں کرنی چاہئیں' نبیؐ نے فرمایا:

(صحیح مسلم' حدیث:2733)

"مسلمان کی اپنے (مسلمان) بھائی کے حق میں غائبانہ دعا' قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر پر ایک مقررہ فرشتہ ہوتا ہے' جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے دعائے خیر کرتا ہے تو اس پر مقررہ فرشتہ کہتا ہے آمین (اے اللہ! اس کی دعا قبول فرمالے) اور تجھے بھی اس کی مثل اللہ دے۔"

16۔ بددعا سے اجتناب کیا جائے: انسان فطرتاً کمزور اور جلد باز ہے' اس لئے جب وہ کسی سے تنگ آجاتا ہے تو فوراً بددعائیں دینی شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ اپنی اولاد کو اور اپنے آپ کو بھی بددعائیں دینے سے گریز نہیں کرتا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے لئے بددعا نہ کرو' اپنی اولاد کے لئے بددعا نہ کرو' اپنے مال اور کاروبار کے لئے بددعا نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعا ایسی گھڑی کے موافق ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ انسان کو وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جس کا وہ سوال کرتا ہے اور یوں وہ تمہاری بددعائیں تمہارے ہی حق میں قبول کر لی جائیں (صحیح مسلم' حدیث 3009)

16۔ مظلوم کی آہ سے بچو: یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان' دوسرے مسلمان بلکہ کسی بھی انسان پر ظلم نہ کرے۔ اس لئے کہ مظلوم کی بددعا فوراً عرش پر پہنچتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مظلوم کی بددعا سے بچو' اس لئے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہوتی۔" (صحیح البخاری' حدیث:1496 و صحیح مسلم' حدیث:19)

17۔ حق تلفیوں کا ازالہ اور گناہوں سے اجتناب کریں: یہ مہینہ توبہ و استغفار اور اللہ کی رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے۔ یعنی اس میں ایک مسلمان کثرت سے توبہ و استغفار کرتا ہے اور توبہ و استغفار سے حقوق اللہ میں روا رکھی گئی کوتاہیاں تو شاید اللہ تعالیٰ معاف فرما دے لیکن حقوق العباد سے متعلق کوتاہیاں اس وقت تک معاف نہیں ہوں گی' جب تک دنیا میں ان کا ازالہ نہ کر لیا جائے مثلاً: کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے واپس کیا جائے۔ کسی کو سب و شتم یا الزام و بہتان کا نشانہ بنایا ہے تو اس سے معافی مانگ کر اسے راضی کیا جائے' کسی کی زمین یا کوئی اور جائیداد ہتھیائی ہے تو وہ اسے لوٹا دے جب تک ایک مسلمان اس طرح تلافی اور ازالہ نہیں کرے گا' اس کی توبہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح وہ کسی اور معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ارتکاب کر رہا ہے۔ مثلاً: رشوت لیتا ہے' سود کھاتا ہے' حرام اور

ناجائز چیزوں کا کاروبار کرتا ہے یا کاروبار میں جھوٹ اور دھوکے سے کام لیتا ہے تو جب تک ان گناہوں اور حرکتوں سے بھی انسان باز نہیں آئیگا اس کی توبہ بے معنی اور مذاق ہے۔

اسی طرح اس مہینے میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت عام ہوتی ہے لیکن اس کے مستحق وہی مومن قرار پاتے ہیں جنہوں نے گناہوں کو ترک کر کے اور حقوق العباد ادا کر کے خالص توبہ کرلی ہوتی ہے دوسرے لوگ تو اس مہینے میں بھی رحمت و مغفرت الٰہی سے محروم رہ سکتے ہیں۔

18۔اپنے دلوں کو باہمی بغض وعناد سے پاک کریں: اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا مستحق بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آپس میں اپنے دلوں کو ایک دوسرے کی بابت بغض وعناد سے پاک کریں، قطع رحمی سے اجتناب کریں اور اگر ایک دوسرے سے دنیوی معاملات کی وجہ سے بول چال بند کی ہوئی ہے تو آپس میں تعلقات بحال کریں ورنہ یہ قطع رحمی، ترک تعلق اور بغض وعناد بھی مغفرت الٰہی سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
(صحیح مسلم، حدیث: 2565)

''پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کو معاف کردیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور بغض ہو۔ ان کی بابت کہا جاتا ہے کہ جب تک یہ باہم صلح نہ کرلیں اس وقت تک ان کی مغفرت کے معاملے کو موخر کردو۔ صلح کرنے تک ان کے معاملے کو موخر کردو۔ ان کے باہم صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کردو۔''

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپس میں بغض وعناد اور ترک تعلق کتنا بڑا جرم ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھنے اور تعلق ترک کیے رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا:
(مسند احمد: 176، 183 وسنن ابی داؤد، حدیث: 4914 وقال الالبانی اسنادہ صحیح، انظر تعلیق المشکوٰۃ 1400\3)

''کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع کیے رکھے۔ اور جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور اسی حال میں اس کو موت آگئی تو وہ جہنمی ہے۔''

قطع رحمی بھی دخول جنت میں مانع ہے: اسی طرح قطع رحمی کا جرم ہے یعنی رشتے داروں سے رشتے ناطے توڑ لینا، ان سے بدسلوکی کرنا اور ان سے تعلق قائم نہ رکھنا ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (صحیح مسلم، حدیث: 2556)

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچائے جو جنت میں آنے سے رکاوٹ بن سکتے ہیں اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق سے نوازے جو ہمیں رحمت و مغفرت الٰہی کا مستحق بنا دیں۔

مختلف حالات اور اعتبارات سے لوگوں کی قسمیں

1۔ روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔

2۔ نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں۔ تاہم ان کی طاقت کے مطابق ان سے روزے رکھوائے جائیں' تا کہ ایک تو وہ اس کے عادی ہو جائیں' دوسرے ان کے اندر یہ شعور پختہ ہو جائے کہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنا ان کے لئے ضروری ہوگا۔ جیسے حکم ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے اور دس سال کی عمر میں بچے کو ڈانٹ ڈپٹ کر نماز پڑھوائی جائے اس کا مقصد بھی نماز کی اہمیت و فرضیت کا احساس اس کے اندر پیدا کرنا ہے۔

3۔ مریض اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرے یا روزہ رکھنے سے اس کے مرض میں اضافے کا اندیشہ ہو تو وہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھے تاہم روزوں کی قضا بعد میں ضروری ہے۔

4۔ یہی حکم ان عورتوں کے لئے ہے جو حمل سے ہوں یا ان کی گود میں شیر خوار بچہ ہو۔ اگر روزہ رکھنے میں وہ تکلیف محسوس کریں یا بچے کی بابت انہیں کوئی اندیشہ ہو یا ڈاکٹر اس قسم کی ہدایت دے تو حاملہ اور مرضعہ عورتیں روزہ چھوڑ سکتی ہیں لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا ضروری ہے۔

5۔ عورتوں کو حیض اور نفاس کے ایام میں روزے رکھنا ممنوع ہیں حیض کا مطلب' ماہواری ہے اور نفاس کا مطلب زچگی (ولادت) کے ایام ہیں جب تک ولادت کا خون بند نہ ہو جائے' نفاس کی حالت شمار ہوگی اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور کم سے کم کا کوئی تعین نہیں جب بھی خون بند ہو جائے وہ پاک سمجھی جائیں گی اور غسل طہارت کے بعد ان کیلئے نماز اور روزے کا اہتمام (اگر ماہ رمضان ہو) ضروری ہوگا حیض اور نفاس کی حالت میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا ضروری ہے۔

6۔ جو شخص روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو جیسے کوئی دائمی مریض ہو جس کی صحت یابی کی امید نہ ہو یا بہت بوڑھا آدمی' جس کی طاقت و توانائی ختم ہو چکی ہو یہ دونوں چونکہ روزہ نہیں رکھ سکتے اس لئے یہ ہر روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں ان کے لئے اطعام مسکین کا فدیہ روزہ رکھنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

7۔ مجنون (پاگل) یا وہ شخص جس کے ہوش و حواس مختل ہو جائیں اور اس کے اندر کسی چیز کی تمیز کرنے کا شعور باقی نہ رہے' اسی طرح زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے کسی کی عقل ماؤف ہو جائے اور وہ بھی ہوش و تمیز سے عاری ہو جائے ظاہر بات ہے کہ یہ تینوں قسم کے افراد روزہ نہیں رکھ سکتے لیکن یہ فدیہ طعام مسکین کے بھی مکلف نہیں ہیں۔

8۔ کسی شخص کو کوئی اضطراری حالت لاحق ہو جائے جیسے کسی ڈوبتے شخص کو بچانے کے لئے دریا یا سمندر میں غوطہ زنی کی ضرورت پیش آجائے یا جلتی آگ میں سے انسانوں کو باہر نکالنے کا کام کرنا پڑ جائے اس قسم کی اضطراری حالت میں روزہ توڑے بغیر کچھ کرنا مشکل ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے لیکن بعد میں اسکی قضا ضروری ہے۔

9۔ مسافر سفر میں دقت محسوس کرے تو اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ اس کی قضا بعد میں ضروری ہے۔ اس طرح وہ لوگ جو ہمیشہ ہی سفر پر رہتے ہوں جیسے بسوں، ریلوں وغیرہ کے ڈرائیور یا بسلسلہ ملازمت ایک شہر سے دوسرے شہر میں روزانہ سفر کرنے والے حضرات۔ ان کے لئے بھی اگرچہ روزہ چھوڑنا جائز ہے لیکن روزوں کی قضا ان کے لئے بھی ضروری ہے اس لئے سفر عارضی ہو یا دائمی روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی تو رخصت اور اجازت ہے لیکن ان کے لئے روزوں کی معافی نہیں ہے۔ ان کے لئے رمضان کے روزے پورے کرنے ضروری ہیں اگر سفر کی وجہ سے رمضان میں نہیں رکھیں گے تو رمضان کے بعد قضا ضروری ہے۔

روزے کے ضروری احکام

1۔ وجوب نیت: فرض روزوں کے لئے رات کو طلوع فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ نبیؐ اکرم ﷺ کا فرمان ہے (سنن ابی داؤد، حدیث: 2454):

''جس نے فجر سے پہلے رات کو روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں۔''

رمضان المبارک میں رات کو ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ اس نے صبح روزہ رکھنا ہے، علاوہ ازیں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے اس نے سحری بھی کھانی ہوتی ہے اس اعتبار سے نیت تو بہر حال ہوتی ہی ہے۔

2۔ روزے کا وقت: طلوع فجر سے غروب شمس تک ہے صبح صادق سے پہلے سحری کھالی جائے اور پھر سورج کے غروب ہونے تک تمام ایسے اعمال سے اجتناب کیا جائے جن کا روزہ کی حالت میں کرنا منع فرمایا گیا ہے۔

3۔ سحری ضرور کھائی جائے: بعض لوگ سحری کھانا ضروری نہیں سمجھتے اور رات کو ہی کھا پی کر سو جاتے ہیں یا آدھی رات کو کھا لیتے ہیں، یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نبی پاک کا فرمان ہے:

(صحیح مسلم، حدیث 1096)

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان فرق کرنے والی چیز، سحری کا کھانا ہے''، یعنی اہل کتاب سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں۔ اس لئے سحری ضرور کھانی چاہیے چاہے ایک کھجور یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔ اس میں برکت بھی ہے اور جسمانی قوت کا ذریعہ بھی اور یہ دونوں چیزیں روزہ نبھانے کے لئے ضروری ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کو

مبارک کھانے سے تعبیر فرمایا۔ (سنن ابی داوٗد حدیث:2344) ایک اور حدیث میں فرمایا:
(الفتح الربانی:16\10)

''سحری کا کھانا باعث برکت ہے اس لئے اسے نہ چھوڑو چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔''

یعنی اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور طریقہ مبارک یہ تھا کہ سحری فجر سے تھوڑی دیر پہلے بالکل آخری وقت میں کھایا کرتے تھے۔ روزے داروں کے لئے طریق نبوی کو اپنانے میں بڑے فائدے ہیں۔ مثلاً: فجر کی نماز میں سستی نہیں ہوتی۔ سحری سے فراغت کے فوراً بعد نماز فجر کا وقت ہو جاتا ہے۔ انسان آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے اور روزے کی ابتداء اور انتہاء کے درمیان وقفہ کم ہو جاتا ہے جس سے روزے دار کو سہولت مل جاتی ہے وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ نے صوم وصال یعنی بغیر کچھ کھائے پے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری حدیث:1962 و صحیح مسلم حدیث:1104)

4۔ روزہ کھولنے میں جلدی کرنا: آنحضورؐ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ روزہ کھولنے میں تاخیر نہ کی جائے بلکہ جلدی کی جائے۔ جلدی کا مطلب سورج کے غروب ہونے سے قبل روزہ کھولنا نہیں ہے بلکہ سورج کے غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر فوراً روزہ کھولنا ہے جیسے بعض لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اتنا اندھیرا چھا جانے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ تارے نظر آنے لگ جائیں۔ حضورؐ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ کا یہی معمول تھا۔ اس لئے آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم یہود ونصاریٰ کے برعکس سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کرو۔ حضورؐ نے فرمایا: (صحیح البخاری، حدیث:1957، وصحیح مسلم، حدیث:1098)

''لوگ اس وقت تک ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔''

5: روزہ کس چیز سے کھولا جائے: حضرت انسؓ سے روایت ہے:
(سنن ابی داؤد حدیث:2356)

''آنحضورؐ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرمالیتے۔''

ہمارا معمول اس نبوی معمول سے کتنا مختلف ہے۔ ہمارے ہاں افطاری کے وقت انواع واقسام کے پھل فروٹ کے علاوہ چٹ پٹی اور مصالحے دار چیزوں کی بھی فراوانی ہوتی ہے جس سے معدے میں گرانی ہو جاتی ہے جو صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ ہمیں بھی ان تکلفات کے بجائے سادگی کو ہی اختیار کرنا چاہئے اسی میں اخروی اجر وثواب بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی۔

6۔ قبولیت دعا کا وقت: سارا دن اللہ کی رضا کے لئے بھوک پیاس برداشت کرنے اور اپنی جنسی خواہش پر کنٹرول کرنے کی وجہ سے ایک مومن کو اللہ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل ہوجاتا ہے' اس لئے افطاری کے وقت قبولیت دعا کا بھی بہت امکان ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آنحضور نے فرمایا: (سنن ابن ماجہ' حدیث 1753)

''افطاری کے وقت روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔''

7۔ افطاری کے وقت کون سی دعا پڑھی جائے اس سلسلے میں ایک دعا مشہور ہے'' اللھم انی لک صمت وبک امنت وعلیک توکلت وعلیٰ رزق افطرت'' یہ عام روایت ہے۔ ایک اور دعا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے وقت پڑھتے تھے:

(سنن ابی داود حدیث 2357) ''پیاس دور ہوگئی' رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا۔''

اس کی سند حسن درجے کی ہے۔ (مشکاۃ للالبانی :1\261) اس لئے افطاری کے وقت یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

8۔ روزہ کھلوانے کا ثواب: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے کسی نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا' یا کسی غازی کو تیار کیا تو اس کے لئے بھی اس کے برابر اجر ہے۔''

روزہ کھلوانے کا یہ اجر ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق حاصل کرسکتا ہے اس کیلئے پرتکلف دعوت کی ضرورت نہیں۔

9۔ روزے دار کے لئے حسب ذیل چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔

جھوٹ سے: جیسے نبی کریمؐ نے فرمایا:

''جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ عزوجل کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔'' یونہی اللہ کے ہاں اس کے روزے کی کوئی اہمیت نہیں۔

لغو اور رفث سے پرہیز: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ صرف کھانا پینا (چھوڑنے کا) نام نہیں ہے روزہ تو لغو اور رفث سے بچنے کا نام ہے اس لئے اگر تجھ کو کوئی سب وشتم کرے یا تیرے ساتھ جہالت سے پیش آئے تو' تو کہہ دے' میں تو بھئی روزے دار ہوں۔''

لغو: ہر بے فائدہ اور بے ہودہ کام کو کہتے ہیں۔ جیسے ریڈیو اور ٹی وی کے لچر اور بے ہودہ پروگراموں کا سننا اور دیکھنا ہے۔ تاش' شطرنج اور اس قسم کے دیگر کھیل ہیں فحش ناول' افسانے اور ڈرامے ہیں۔ دوست احباب کے ساتھ خوش گپیاں' چغلیاں' بے ہودہ مذاق اور دیگر ناشائستہ حرکتیں ہیں۔

رفث کا مطلب: جنسی خواہش پر مبنی باتیں اور حرکتیں ہیں۔ یہ لغو و رفث روزے کی حالت میں بالخصوص ممنوع ہے۔ اس لئے تمام مذکورہ باتوں اور حرکتوں سے اجتناب کیا جائے۔

اسی طرح کوئی لڑنے جھگڑنے کی کوشش کرے، گالی گلوچ کر کے اشتعال دلائے تو روزے دار اس جہالت کے مقابلے میں صبر و تحمل اور درگزر سے کام لے اور دوسرے فریق کو بھی اپنے عمل سے یہ وعظ نصیحت کرے کہ روزے کی حالت میں بالخصوص جدال و قتال سے بچنا اور قوت برداشت سے کام لینا چاہیے۔

جھوٹ اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب کا مطلب ہے کہ روزے میں نہ جھوٹی بات کرے نہ دجل و فریب پر مبنی کوئی حرکت جیسے دکان میں بیٹھ کر گاہکوں سے جھوٹ بولے یا ان کو دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرے جیسا کہ بدقسمتی سے بے شمار دکاندار ان حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ حرکتیں ہر وقت ہی ممنوع ہیں لیکن روزہ رکھ کر ان حرکتوں کا ارتکاب تو بہت بڑی جسارت اور غفلت شعاری کا عجیب مظاہرہ ہے ایسے ہی لوگوں کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے، روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا اور کتنے ہی شب بیدار ہیں جن کو بے خوابی کے سوا شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

روزے دار کے لئے کون کون سے کام جائز ہیں

1۔ حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے تاہم نماز کے لئے غسل کرنا ضروری ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"آنحضورؐ کو (بعض دفعہ) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ ہم بستری کی وجہ سے جنبی ہوتے (اسی حالت میں آپ سحری کھا لیتے) اور پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔"

2۔ روزے دار مسواک کر سکتا ہے اس لئے کہ آنحضورؐ نے فرمایا:

"اگر میری امت پر یہ بات گراں نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔"

آنحضورؐ کا یہ فرمان عام ہے جس میں روزے دار اور غیر روزے دار دونوں شامل ہیں۔ اگر روزے کی حالت میں مسواک کرنا صحیح نہ ہوتا تو حضورؐ اس کی ضرور وضاحت فرما دیتے اور روزے دار کو مسواک کرنے سے منع فرما دیتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے دار زوال سے پہلے مسواک کر لیا کرے لیکن زوال کے بعد نہ کرے لیکن یہ بے اصل بات ہے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے اور اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے روزے دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے۔

3۔ روزہ دار کلی بھی کر سکتا ہے اور ناک میں پانی بھی ڈال سکتا ہے تاہم روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط سے کام لے اور اس میں مبالغہ نہ کرے جبکہ عام حالات میں اس میں مبالغہ کرنے کا حکم ہے۔ آنحضورؐ کا فرمان ہے:

"اور ناک میں خوب اچھی طرح سانس کھینچ کر پانی ڈال، مگر جبکہ تُو روزے دار ہو۔" یعنی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنا تو جائز ہے کہ وہ وضو کا ایک حصہ ہے لیکن اس میں مبالغہ نہیں کرنا' یعنی سانس کھینچ کر پانی ناک کے اندر لے جانے کی کوشش نہیں کرنا۔

4۔ روزے دار کے لئے بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے معانقہ کر کے بغلگیر ہونا جائز ہے۔ علماء کرام کے نزدیک روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار اگرچہ جائز ہے لیکن یہ جائز کام صرف وہی شخص کرے جس کو اپنے جذبات پر کنٹرول ہو بصورت دیگر اس سے باز رہے اس بات کو علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ نوجوان آدمی کے لئے بیوی سے بوس و کنار کرنا مکروہ ہے اور عمر رسیدہ شخص کیلئے غیر مکروہ کیونکہ نوجوان سے تجاوز کا خطرہ ہے' بوڑھے آدمی سے تجاوز کا خطرہ نہیں۔

5۔ بعض علماء کے نزدیک روزے کی حالت میں ایسا ٹیکہ لگوانا جائز ہے جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو علاج کے لئے ٹیکہ بیرونی دوائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ معدے میں جاتا ہے نہ اس سے کوئی خوراک ہی حاصل ہوتی ہے۔

6۔ اسی طرح روزے کی حالت میں سینگی لگوائی جاسکتی ہے یعنی فصد کے ذریعے سے گندہ خون نکلوایا جاسکتا ہے دانت نکلوایا جاسکتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی ہے۔ (صحیح البخاری' حدیث 1939)

7۔ آنکھوں میں سرمہ لگانا اور کان یا آنکھ میں دوائی کے قطرے ڈالنا جائز ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:۔

"حضرت انسؓ حضرت حسنؒ اور حضرت ابراہیمؒ کے نزدیک ایک روزے دار کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

8۔ روزے دار کھانا چکھ سکتا ہے بشرطیکہ حلق میں نہ جائے اسی طرح دانتوں میں دوائی ملی جاسکتی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

"روزے دار اگر ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔"

کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

1۔ جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ بھول چوک سے کھالے گا یا جبر سے کوئی اس کو کچھ کھلا دے گا تو روزہ برقرار رہے گا۔ آنحضورؐ نے فرمایا:

"جب کوئی بھول کر کھا پی لے تو اس کو چاہئے کہ وہ روزہ پورا کرلے (اس کو توڑے نہیں) اس لئے کہ اللہ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔

2۔ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ طبیعت کی خرابی سے خود بخود قے

آجائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ آنحضورؐ نے فرمایا:
''جس کو خود تے آگئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر قضا نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر تے کی تو اس کو چاہیے کہ وہ قضا دے۔''

3۔ بیوی سے ہم بستری کرے گا تو نہ صرف روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ اس کو اس کی قضا کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑیگا اور وہ کفارہ یہ ہے ایک گردن آزاد کرنا' یا بلا ناغہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ (صحیح البخاری' حدیث 1936)

4۔ گلوکوز یا خون یا کوئی اور غذائی مواد کسی ذریعے سے اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اس کا مقصد پیٹ کے اندر چیز کا پہنچانا ہے۔ جو مفطر صوم ہے۔

5۔ حیض اور نفاس سے روزہ ٹوٹ جائے گا چاہے کسی وقت بھی اس کا آغاز ہو۔

6۔ حالت بیداری میں استمناء بالید (مشت زنی) یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے یا بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے سے منی کا انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا تاہم احتلام (خواب میں منی خارج ہوجانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ غیر اختیاری فعل ہے جب کہ پہلی صورتیں اختیاری ہیں۔

7۔ نکسیر پھوٹ جائے یا کسی اور وجہ سے خون بہہ جائے تو اس کی کمی کو دور کرنے کے لئے خون چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا گویا جسم سے خون کا نکلنا مفسد صوم نہیں البتہ خون چڑھانا مفسد صوم ہے۔

قضا کے بعض مسائل

1۔ جو روزے بیماری' سفر یا حیض ونفاس کی وجہ سے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد بلا تاخیر جلد سے جلد رکھنے چاہئیں تاہم ان کے لئے تواتر ضروری نہیں یعنی وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کئے جاسکتے ہیں۔

2۔ جس طرح کوئی شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ کچھ فرض نمازیں ہوں تو ان کی ادائیگی ضروری نہیں اسی طرح کوئی شخص زندگی میں روزہ رکھنے کی قوت سے محروم ہوجائے تو اس کی طرف سے زندگی ہی میں اس کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلانا تو ضروری ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) تاہم اس کی طرف سے روزوں کی قضا ضروری نہیں۔

3۔ البتہ کسی کے ذمہ نذر کے روزے ہوں اور وہ زندگی میں نہ رکھ سکا ہو تو ان کی قضا ورثاء کے لئے ضروری ہے۔ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے۔:
''جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو وارث اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

اس حدیث میں فوت شدہ شخص کے ذمے رہ جانے والے روزوں کی قضائی کا جو حکم ہے دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق نذر کے روزوں سے ہے نہ کہ رمضان کے روزوں سے تاہم بعض علماء نے اس میں دو قسم کے افراد کو اور شامل کیا ہے۔ ایک وہ بیمار جس کو رمضان کے بعد بحالت صحت روزوں کی قضا کا موقع ملا لیکن اس نے تساہل سے کام لیا اور روزے نہ رکھے حتیٰ کہ فوت ہو گیا دوسرا وہ شخص جس کے روزے سفر کی وجہ سے رہ گئے رمضان کے بعد اسے روزے رکھنے کا موقع ملا لیکن اس نے بھی تساہل کی وجہ سے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ فوت ہو گیا ان دونوں کے ذمے بھی فرض روزے رہ گئے جن کی ادائیگی ان کے ورثاء کی ذمہ داری ہے۔

بے نماز کا روزہ مقبول نہیں: آج مسلمانوں میں نماز جیسے اہم فریضے سے غفلت عام ہے حالانکہ یہ ایسا فریضہ ہے جس سے کفر واسلام کے درمیان فرق و امتیاز ہوتا ہے۔ نبی اکرم کا فرمان ہے۔

"وہ عہد جو ہمارے (مسلمانوں) اور کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے۔ جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔"

گویا نماز دین کا وہ ستون ہے جس پر دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے لیکن مسلمان اتنی شدید غفلت میں مبتلا ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔ یاد رکھیے! اس طرح روزہ رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں جب بے نماز پر کفر تک کا حکم لگایا گیا ہے تو کفر کے ساتھ روزہ رکھنے کا مطلب؟ کافر کا تو کوئی عمل مقبول ہی نہیں پھر بے نمازی کا روزہ کیوں کر قبول ہو گا؟

قیام اللیل یعنی نماز تراویح کے بعض مسائل

1۔ حضورؐ ہمیشہ قیام اللیل، یعنی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے لیکن ایک رمضان میں آپؐ نے تہجد کی یہ نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی۔ آپؐ کے ساتھ صحابہؓ نے بھی نہایت ذوق وشوق کے ساتھ تین دن نماز پڑھی۔ چوتھے دن بھی صحابہؓ قیام اللیل کے لئے آپؐ کے منتظر رہے لیکن آپؐ حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں رمضان المبارک میں یہ قیام اللیل تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعبؓ کے حکم پر دوبارہ اس سنت کا احیا عمل میں آیا۔

2۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قیام اللیل فرض یا سنت موکدہ نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت نفلی نماز ہے۔

3۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت وعہد صحابہؓ میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا یعنی تہجد کی نماز۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر، یعنی طلوع فجر تک ہے اس وقت کے دوران کسی بھی وقت اسے پڑھا جا سکتا ہے۔

4۔ وقت کی اسی وسعت اور گنجائش کی وجہ سے اس نماز تہجد کو رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے

فوراً بعد پڑھ لیا جاتا ہے تا کہ کم از کم رمضان میں زیادہ سے زیادہ لوگ قیام اللیل کی فضیلت حاصل کر سکیں اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے کیونکہ فرداً فرداً ہر شخص کے لئے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

5۔ بعد میں اس قیام اللیل کو تراویح کا نام دے دیا گیا اور اسے رمضان کی مخصوص نماز سمجھا جانے لگا۔

6۔ تراویح نفلی نماز ہے اور ایک مومن نوافل ادا کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کا خصوصی قرب حاصل کرنا ہوتا ہے لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآن مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع، سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے کیا اس طرح قرآن کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تیزی اور روانی میں

کنجوس

ایک صبح مولوی عبدالقدوس کی آنکھ قدرے تاخیر سے کھلی۔ وہ جلدی سے تیار ہو کر گھر سے نکلے اور مسجد کی جانب سرپٹ دوڑنے لگے۔ مسجد کے بالکل قریب انہیں ایک ضروری بات یاد آئی تو انہوں نے ایک مختصر سا ٹرن لیا۔ اور واپس اپنے گھر کی طرف دوڑ لگا دی۔ گھر کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر وہ ہانپنے اور زور زور سے اپنی بیوی کو آوازیں دینے لگے۔ ''کبریٰ اری او کبریٰ!'' ''کیا بات ہے؟'' اندر سے بیوی نے بھی چلاّ کر پوچھا۔ ''دیکھو دروازے مت کھولنا۔ صرف میری بات سن لو۔'' انہوں نے ہدایت کی۔ ''بولو کیا بات ہے۔ تمہاری سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے۔ خیریت تو ہے؟'' بیوی نے فکرمندی سے پوچھا۔ ''نیک بخت! کمرے کی بتی بجھا دو۔'' مولوی صاحب نے کہا۔ میں بجھانا بھول گیا تھا۔ مسجد کے قریب یہ بات یاد آئی تو بھاگم بھاگ چلا آیا۔ تمہیں پتا تو ہے کہ آج کل بل بہت زیادہ آرہے ہیں۔ غریب بندہ ہوں'' ...... ''اور کنجوس مکھی چوس بھی۔'' بیوی نے لقمہ دیا۔ ''تم اندر آکر بھی یہ بات کہہ سکتے تھے۔'' بیوی مزید بولی۔ ''خواہ مخواہ باہر کھڑے گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختے رہے۔ لوگ کیا کہیں گے؟''

''لوگوں کو مارو گولی۔ میرے اندر آنے اور پھر جانے سے دروازے کے کواڑ کھلتے اور بند ہوتے۔ ایسا ہونے سے ان کے قبضے گھستے۔'' انہوں نے جواب دیا۔ بیوی چمک کر بولی ...... ''اور یہ جو تم نے مسجد سے یہاں تک دوڑ لگائی ہے اور اب واپس بھی جاؤ گے، اس سے تمہارے جوتے نہیں گھستے کیا؟''۔ ''جوتے ......'' مولوی عبدالقدوس نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے اور دوبارہ مسجد کی جانب اُڑان بھرنے کے لئے پر تولتے ہوئے کہا۔ وہ تو میں نے پہلے ہی حسب معمول بغل میں دبا رکھے ہیں۔

(ثوبیہ احمد۔ کراچی)

قرآن کریم کے سارے اعجاز فصاحت و بلاغت اور اس کے انداز و تبشیر کا بیڑا غرق کردیا جائے اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسخ کردی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر و ثواب ملے گا اللہ راضی ہوجائے گا اور ہم اس کے قرب خصوصی کے مستحق ہوجائیں گے یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے۔ شیطان کا بہکاوا اور اس کا وسوسہ ہے ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی وہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جو نبیؐ نے بیان فرمائی ہے:

"جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔"

تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں حسن تجوید اور ترتیل کا اور اسی طرح نمازوں میں ارکان اعتدال کا اہتمام کریں جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے۔

صدقتہ الفطر کے ضروری مسائل

رمضان کے آخر میں صدقتہ الفطر بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ الفطر مقرر فرمائی ہے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو غلام ہو یا آزاد' مرد ہو یا عورت' چھوٹا ہو یا بڑا' یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ اسے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔" (اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔)

1۔ صدقتہ الفطر کے لئے صاحب نصاب یا صاحب حیثیت ہونا ضروری نہیں ہے یہ ہر مسلمان پر فرض ہے' امیر ہو یا غریب' غریب بھی صدقتہ الفطر ادا کرے' اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے اسے پھر لوٹا دے گا۔

2۔ ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غلام اور نوکر چاکروں پر بھی فرض ہے ان کے بڑے اور آقا چھوٹوں اور ماتحتوں کی طرف سے صدقتہ الفطر ادا کریں۔

3۔ اس کی مقدار ایک صاع حجازی ہے جو اڑھائی کلو کا ہوتا ہے ہر شخص کی طرف سے اڑھائی کلو غلہ ادا کیا جائے بہتر ہے کہ کوئی جنس نکالی جائے لیکن اس کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

4۔ اس کے مستحق وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں' مساکین و غرباء اور یتیم و بیوگان وغیرہ۔

5۔ اسے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے بعض لوگ عید گاہ پہنچ کر وہاں ادا کرتے ہیں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

6۔ اسے عید سے دو تین دن قبل بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ادا کردیا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری' حدیث 1511)